اسلام کیا ہے؟

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

''اسلام'' یا ''دین اسلام'' حق تعالیٰ شانہٗ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک معاہدہ کا نام ہے۔ کلمہ طیبہ ''لا إله إلا الله محمد رسول الله'' اسی معاہدہ کا متن ہے۔ معاہدے کی تمام دفعات نہایت اجمال وخوبی کے ساتھ انہی دو حرفوں میں سمیٹ دی گئی ہیں۔ ''کلمہ طیبہ'' کا پہلا جزء اللہ تعالیٰ شانہٗ کی الوہیت وخدائی کا دل وجان سے اقرار ہے۔ اس جزء میں حق تعالیٰ شانہٗ کی تمام صفاتِ کمال وجلال وجمال کو سمیٹ دیا گیا۔ حق تعالیٰ خالق ہے، حق تعالیٰ رازق ہے، ہادیٔ برحق ہے۔ وہ ہر دور میں تمام مخلوقات کے لیے ہدایت وارشاد کے نظام نامے نازل فرماتا اور اپنے نمائندے بھیجتا رہا ہے، کسی قوم کو بغیر ہادی کے نہیں چھوڑا۔ ہر دور کے ہر پیغام پر ایمان لانا، یقین کرنا ضروری ہوگا۔ الغرض یہ اور اس قسم کی تمام تفصیلات اسی جزء کی تشریحات ہوں گی۔ دوسرا جزء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا زبان سے اعتراف اور دل وجان سے اُسے تسلیم کرنا ہے۔ وہ تمام صفات وکمالات جو حضرت حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں، ان سب پر ایمان لانا ایک کلمہ گو کے لیے ضروری ہوگا۔ بعثتِ انبیاء کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بنائے گئے۔ حق تعالیٰ کا آخری پیغام ہدایت ''قرآن کریم'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لیے نازل فرمایا گیا اور اس کے تمام احکام ابدی ہیں، ان میں کسی ترمیم وتبدیل کی گنجائش نہیں اور یہ نظام نامۂ ہدایت چونکہ تمام مخلوقات کے لیے تھا، عرب کے لیے بھی تھا، عجم کے لیے بھی، ایشیا کے لیے بھی تھا اور یورپ کے لیے بھی، افریقہ کے لیے بھی تھا اور امریکہ کے لیے بھی تھا، اور ہر دور کے لیے تھا اور تمام نسل انسانی جو قیامت تک آنے والی تھی، سب کے لیے تھا، اس لیے کسی دور میں جو برائیاں اور خرابیاں پیدا ہونے والی تھیں، ان سب کی اصلاح کے لیے تھا اور ایسا کرنے سے حق تعالیٰ عاجز نہ تھا، کیونکہ اس کا علم بھی کامل ومحیط تھا، ازلی تھا، ابدی تھا، کوئی چیز اس سے مخفی نہ تھی اور قدرت بھی کامل تھی، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہ تھی، اس لیے

تمام نسل انسانی کے لیے اوران کے امراض روحانی کے لیے ایک جامع نسخۂ شفا نازل کرنا اس کے علم محیط اور قدرت کاملہ سے باہر نہ تھا اور اسی آخری پیغام ہدایت میں یہ واضح اعلان فرمادیا تھا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کردیا گیا اور نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس کی تفصیلات کو قرآن وحدیث میں واضح کردیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام تفصیل اسی دوسرے جزء کی تشریح ہے۔ ان دوحرفوں کے اعتراف کرلینے سے تمام دین کے تسلیم کرلینے کا معاہدہ ہوجاتا ہے اور دین کی ایک ایک بات کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوجاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ زبان سے تو صرف اظہار واقرار کرنا ہوتا ہے، اصل تسلیم واعتراف تو دل کا ماننا اور اس پر یقین کرنا ہے، کوئی شخص بھی ایسے معاہدہ کو صحیح نہیں مان سکتا جو صرف زبان سے تو کہا جائے اور دل میں نہ ہو، اسی کا نام جھوٹ ہوگا۔ سچے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ بدل وجان تسلیم کیا جائے اور قلبی یقین واذعان کا زبان سے اظہار واقرار کیا جائے۔ دیکھئے! ''عقد نکاح'' کیا ہے؟ بظاہر تو صرف دولفظ ہیں: ''ایجاب وقبول'' ایک کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنا نفس آپ کے نکاح میں دے دیا، دوسرا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔ انہی دولفظوں کے بولنے کے بعد گویا وہ تمام باتیں جو زوجیت کے لوازم ہیں، سب اسی ایجاب وقبول میں آگئیں۔ بیوی کا نفقہ، اس کی رہائش، اس کی تیمارداری، اس کی حفاظت، اس کی ہروہ خدمت جس کی وہ محتاج ہوگی، ان سب کے التزام کا معاہدہ ہوگیا۔ کوئی جاہل یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں نے کب ان باتوں کا اقرار کیا تھا؟ تمام عقود ومعاملات کا دارومدار ان ہی دوحرفوں پر ہوتا ہے، جس کا نام شرعی زبان میں ''ایجاب وقبول'' ہے۔ تمام حکومتوں کے معاملات اسی طرح سے ہوتے ہیں۔ جب ایک حکومت نے دوسری حکومت کو تسلیم کرلیا اور اپنا سفیر بھیج دیا تو وہ تمام روابط جو آج کی بین الاقوامی سیاست میں دودوست حکومتوں میں ہوا کرتے ہیں، وہ سب قائم ہوجاتے ہیں۔ الغرض ''لاإلٰه إلاالله محمد رسول الله'' کا یہ مختصر کلمہ تمام اسلامی معاہدے کا متن ہے اور دین اسلام کی تمام ہدایات واحکام کا ماننا ضروری ہوجاتا ہے، اس لیے تمام علماء امت محمدیہ کا یہ اجتماعی عقیدہ ہے کہ ''ایمان'' یا ''اسلام'' نام ہے اس عقد کا کہ جو کچھ اللہ ورسول نے فرمایا ہے وہ سب سچ ہے، دل وجان سے اس کی تصدیق کی جائے اور اس پر ایسا یقین کامل ہو جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو اور ہر طرح کے شبہات وشکوک سے بالاتر ہو۔ اس قسم کی تصدیق کا نام ایمان ہے: ''**هو تصديق النبي صلى الله عليه وسلم في جميع ماجاء به من عند الله مماعلم كونه من الدين ضرورة۔**''

لغت میں اسلام کے معنی

جہاں تک لغت کا تعلق ہے ''اسلام'' کے معنی تسلیم وانقیاد اور طاعت وفرمانبرداری کے ہیں اور قرآن کریم کی اصطلاح میں ''اسلام'' کا اطلاق اس آسمانی دین پر ہوتا ہے جو انبیاء کرام علیہم

الصلوات والتسلیمات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف سے آیا۔ یہ سلسلہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا، اسی لیے ہر نبی کے دورِ نبوت میں اس کے ذریعہ آئے ہوئے دین کو ''دین اسلام'' کہا جاتا تھا اور ہر وہ شخص جو اس دین کا متبع ہو ''مسلمان'' کہلانے کا مستحق تھا۔ لیکن آخر میں جب یہ سلسلہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ٹھہرا تو دینِ حق دینِ محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کا نام بن گیا اور جو دینِ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل فرمایا، محض اس کا لقب ''اسلام'' رکھا گیا۔ اب ''دین اسلام'' صرف اسی مخصوص دین کا لقب اور نام ہے، کسی دوسرے دین پر اس کا اطلاق نہ ہوگا اور نہ کسی قدیم یا جدید دین کے ماننے والے کو ''مسلمان'' کہنا ہی صحیح ہوگا، اسی لیے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن جمعہ کی عصر کو (۹رذوالحجہ۱۰ہجری) تمام امتِ اسلامیہ کے سامنے یہ اعلان کر دیا گیا:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا''۔ (المائدۃ:۳)

ترجمہ: ''آج کے دن تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام ہی تمہارا دین تمہارے لیے پسند کیا۔''

اس مقام پر ''بعض مشاہیر'' اہلِ قلم کو بڑی غلط فہمی ہوئی اور خطرناک باتیں قلم سے نکل گئیں۔ حقیقت یہی ہے جو عرض کی گئی۔ کامل ترین صورت میں حق تعالیٰ نے ''دین اسلام'' کو نازل فرمایا اور اس آخری ہدایت کو آخری شکل دے دی گئی، جس میں کسی اضافے یا ترمیم کی گنجائش نہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور ارشادات سے اس کی مکمل تشریح کر دی گئی اور قرآنی ونبوی ارشادات میں ایسے رموز ونکات واشارات کر دیئے گئے کہ صحیح طور پر سمجھ لینے کے بعد آئندہ کے تمام مسائل کا حل نکل سکے اور ان کی روشنی میں وہ تمام مسائل خود بخود واضح ہوتے رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ مدارک وعقول کے مراتب میں قدرتی تفاوت واختلاف موجود ہے تو اجتہادی مسائل میں بھی اختلاف ناگزیر ہے، اس لیے اس کو برداشت کیا گیا اور عہدِ نبوت میں جو طریقہ کار رہا، اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ البتہ غور وفکر کرنے والے حضرات کے لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد کی اہلیت اور اس کی شرائط ضروری ہیں اور جن کو اہلیت نہ ہو اُن کی مداخلت برداشت کے قابل نہیں۔ یہ تو نہایت نازک مرحلہ ہے اور غامض ودقیق حِکم واَسرار ہیں، اللہ ورسول کا کلام ہے، ہر کس وناکس کے لیے دخل دینے کی گنجائش کا کیا امکان ہے؟! جب کہ دنیا کے ''علوم وفنون'' جو انسانی عقول وادراکات کے نتائج ہیں اور انسانی دائرۂ عقل سے بالاتر نہیں، ان کے لیے بھی اہلیت کو ضروری سمجھا جاتا ہے، پھر کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اتنی آزادی وحریت؟ کہ جس کا جی چاہے اور جو چاہے اس کے لیے وقفِ عام کر دیا جائے، کتنی حیرت کی بات ہے؟! اور اس سے

بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ شرعی نصوص یعنی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات کو میزانِ عقل قاصر سے ناپا تولا جائے اور جب اپنی فہم نارسا کے موافق نہ دیکھے، انکار کیا جائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصلی مرکزی نقطہ نہ صرف اصلاحِ معاشرہ ہے، بلکہ مخلوق کا خالق سے ٹھیک ٹھاک رابطہ پیدا کرنا ہے، تاکہ انسانی نظریات اور اخلاق واعمال میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کی اصلاح کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی وہ مرضیات بتلائی جائیں جن کے ادراک سے انسانی عقلیں قاصر ہیں۔ اسی طرح توحید، صفاتِ باری، جنت، دوزخ، برزخ کے احوال، ملائکہ کا وجود یا مرنے کے بعد کی زندگی، حساب وکتاب، وغیرہ وغیرہ، وہ دینی حقائق جن کے فہم وادراک سے تمام عقلیں قاصر ہیں، ان کا بتلانا اور ان تمام غیبی حقائق پر یقین پیدا کرنا ان سب کا منصب ہے۔ غرض جو خرابیاں اعتقاد وعمل، اخلاق وکردار میں پیدا ہوتی ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام ان کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان خرابیوں اور بے اعتدالیوں میں سے کسی کا نام شرک ہے اور کسی کا کفر، کسی کا نام فسق ہے اور کسی کا ظلم، وغیرہ، وغیرہ۔ ان تمام مراحل کو طے کرنا ہے اور اس اصلاح کے راستے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ اور بسا اوقات جب معاملہ حد سے گزر جائے اور اصلاح کے تمام راستے بند ہوجائیں تو تلوار اٹھانے کی ضرورت پڑتی ہے اور جہاد وقتال کی نوبت آجاتی ہے۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کفر کو برداشت کریں اور کوئی اصلاحی قدم نہ اٹھائیں اور لوگوں کو اپنی اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور عملی جد وجہد شرک وکفر کے مٹانے کے لیے نہ کریں تو بعثتِ نبوت کا تمام نظام بیکار ہوجاتا ہے اور معاذ اللہ! محض تماشہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہ ہوگی۔ کامیابی وناکامی تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، نتائج ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ مسئولیت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تمام آسمانی ہدایات پر عمل کرنے کا جیسے حکم ہے، اس کی تعمیل ہوگی۔

الغرض ایمان اور ایمانی حقائق کو واشگاف بیان کرنا، کفر وشرک کی باتوں کو واضح کرنا اور عملی جد وجہد کے تمام مراحل سے گزرنا انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ناگزیر ہے۔ اگر دعوت وتبلیغ کے کسی مرحلے پر ''لَا إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ '' (البقرۃ:۲۵۶)...... ''(کسی کو) دین (پر لانے کے معاملہ) میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت (اور) گمراہی (ایک دوسرے) سے الگ الگ واضح ہوچکی ہے (اس کے بعد بھی جو گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آتا، نہ آئے جہنم میں جائے)''......کا اعلان ہوتا ہے تو کسی مرحلے پر جاکر ''مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِيْ الْأَرْضِ '' (الأنفال:۶۷)...... ''(کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس (کافر) قیدی ہوں (اور وہ ان کو رہا کردے) یہاں تک کہ زمین میں خونریزی نہ کرلے)''......کا اعلان بھی ہوتا ہے: ''قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً '' (التوبۃ:۱۲۳)...... ''(اور لڑو ان

کافروں سے جو تمہارے قریب (آباد) ہیں اور انہیں تم میں سختی محسوس کرنی چاہیے)''......اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''یا أیّھا النّبیّ جاھد الکفّار والمنافقین واغلظ علیھم ومأواھم جھنّم وبئس المصیر'' (التوبۃ:۷۳)......''(اے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور (ان سے ذرا نرمی نہ کیجئے بلکہ) ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بری جگہ ہے)''......اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''لاتعتذروا قد کفرتم بعد إیمانکم'' (التوبۃ:۶۶)......''(بہانے نہ بناؤ، اس میں ذرا شک نہیں کہ تم نے (دعویٰ) ایمان کے بعد (بھی) کفر کا ارتکاب کیا ہے)''......اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''فمالکم فی المنافقین فئتین واللّٰہ أرکسھم بما کسبوا أتریدون أن تھدوا من أضلّ اللّٰہ'' (النساء:۸۸)......''(اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا کہ تم منافقوں کے بارے میں اختلاف کرنے لگے؟ (کہ تم میں سے بعض ان کو مسلمان کہتے ہیں) باوجود یہ کہ اللہ نے ان کو بدعملی کے سبب الٹے پاؤں پھیر دیا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا، اسے بھی ہدایت یافتہ قرار دو؟)''۔

بہر حال کفر و شرک کو مٹانا اور توحید کے جھنڈے گاڑنا ان کا سب سے پہلا کام ہوتا ہے، دینی نظام کے مختلف ادوار میں انبیاء علیہم السلام آتے رہے، کبھی کبھی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملوک وسلاطین کا نظام بھی قائم کیا گیا اور انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی میں کام کرنے کا حکم دیا گیا۔ خاتم الانبیاء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو تمام انبیاء سابقین علیہم السلام وملوک صالحین وعادلین کے کمالات کا وارث بنایا گیا اور ایسی جامعیت عطا فرمائی گئی کہ تمام مناصب اصلاح خواہ دعوت وتبلیغ کے ہوں یا جہاد وقتال کے یا نظم مملکت کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ بھی تھے اور حاکم اعلیٰ بھی اور قائد جیوش بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کمال کے صحیح جانشین تھے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا منصب تھا کہ توحید کی علمبرداری کریں، دنیا سے کفر وشرک کو مٹائیں اور دعوت الی اللہ کے لیے جد وجہد کریں، ٹھیک اسی طرح علوم نبوت کے وارثین کا فرض منصبی ہے کہ ایمان وکفر کی تمیز کرائیں اور ایک دوسرے کی حدود کو متعین کریں۔ جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم ہے، ٹھیک اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی بڑا عظیم جرم ہے۔ اگر علماء امت اس فریضہ میں کوتاہی کریں تو ادائے فرض کی کوتاہی میں عند اللہ مجرم ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی علم صحیح کی روشنی میں نیک نیتی سے ہو، جذبات سے بالاتر ہو۔

علما کا فرضِ منصبی

حدودِ اسلام کی حفاظت اور پاسبانی یہ علماء امت کا فرض منصبی ہے جس کے بہر حال مکلف ہیں، اگر اسلامی حکمرانوں کا فرض منصبی ہے کہ وہ مملکت اسلامیہ کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کریں تو علماء امت کا فریضہ ہے کہ وہ حدودِ دین اسلام کی حفاظت کی تدابیر سرانجام دیں، اور اگر غور کیا

جائے تو دین اسلام کی حدود کی حفاظت مملکتِ اسلامی کی حفاظت سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اب اگر مملکتِ اسلامی کے چپہ چپہ کی پاسبانی ضروری ہے تو اس سے زیادہ اسلامی قوانین اور احکام کی پاسبانی، بلکہ ہر ہر حکم وقانون کی پاسبانی ضروری ہے اور اسلامی مملکت بھی صحیح معنی میں وہی ہوسکتی ہے جو دین اسلام کی محافظ ہو اور جس میں احکام اسلام کی تنفیذ وتحفظ کی ضمانت ہو۔ ظاہر ہے کہ مملکت خداداد پاکستان اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے وجود میں آئی ہے، تمام تر کوشش اسی لیے تھی کہ مسلمانوں کے نفوس کو امن وامان نصیب ہو اور اسلامی احکام محفوظ ہوں۔ اگر کسی اسلامی ملک میں اسلامی قوانین کی حفاظت نہ ہو تو اس اسلامی حکومت کو اسلامی کہنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ ہر مملکت کی نوعیت اس کے دستور اور اس کے قوانین سے پہچانی جاتی ہے، جس طرح کمیونسٹ حکومت کا نظام اس کے دستور سے معلوم ہوگا اور جمہوری مملکت اس کے آئین سے معلوم ہوگی، اس طرح ایک اسلامی مملکت کی شناخت کی علامت اسلامی دستور ہے، اگر کسی اسلامی مملکت میں ''غیر اسلامی اقلیت'' موجود ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان کو غیر مسلم کہنا جرم ہوگا، کوئی غیر مسلم صرف اسلامی مملکت میں رہنے سے تو مسلمان نہیں بنے گا، کافر کافر رہے گا اور مسلمان مسلمان۔ اگر کافر موجود ہے تو اس کو کافر کہنا پڑے گا۔ اگر کوئی شخص اسلامی قوانین میں سے کسی بھی قانون کا انکار کرے گا تو وہ یقیناً کافر اور غیر مسلم قرار دیا جائے گا۔ اسلام کا تعلق نہ تو جغرافیائی حد بندی سے ہے، نہ رنگ ونسل سے ہے، نہ وطن سے ہے، بلکہ دین محمدی کی ایک ایک بات کو ماننے اور بغیر ہیر پھیر کے اس پر ایمان لانے اور یقین کرنے سے ہے۔ اس یقین کے اقرار کرنے کے لیے عنوان ہے: ''لا إله إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه''۔ امید ہے کہ اہل انصاف کے لیے یہ چند اشارات کافی ہوں گے۔ حق تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائے۔

واللّٰه سبحانہٗ ولی التوفیق والهداية وهو حسبنا ونعم الوکیل

نسخہ جوہر زیتون
لعنت الله على الكاذبين ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
ہمارا عزم فطرت سے قریب تر صحت مند زندگی
قیمت بمعہ ڈاک خرچ و بمعہ ڈاک کمیشن
-/1500 روپے
صدق بیانی کی تمام حدود کو ملحوظ رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ
نسخہ جوہر زیتون کی ایک ہی خوراک انشاء اللہ ایک مرتبہ تو مریض گھنٹیا کو بستر مرگ سے اٹھا دیتی ہے۔
فوائد جوہر زیتون
● جوہر زیتون: جوڑوں کا درد، کمر درد، ٹانگ کا درد ختم کرتا ہے۔
● جوہر زیتون: پٹھوں کی کمزوری جوڑوں پر سوجن ورم ختم کرتا ہے۔
● جوہر زیتون: گنٹھیا مہروں کا درد سر درد کمزوری ختم کرتا ہے۔
● جوہر زیتون: تمام جسمانی درد کو ختم کرکے یورک ایسڈ کو خارج کرتا ہے۔
جوہر زیتون: جوڑوں کے درد کا مکمل علاج
تمام نباتات خالق ارض وسماء کے ہی پیدا کردہ ہیں لیکن چند پودوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے مقدس کلام میں فرمایا ہے اس طرح ان پودوں کے نام تا ابد کلام الٰہی میں محفوظ ہوگئے ہیں ان میں زیتون کا ذکر باکثرت ملتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے "قسم ہے انجیر کی اور قسم ہے زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا ہے" قرآن پاک میں زیتون کا لفظ اس کے نام کے ساتھ چھ مرتبہ آیا ہے۔
قائم شدہ 1950ء
شعبہ طب نبوی ﷺ دار الخدمت (رجسٹریشن نمبر 1195)
0308-7575668
0345-2366562
جوہر زیتون
بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے 24 گھنٹے ہیلپ لائن